کیا یہ کڑوی گولیاں صرف عوام کے لیے ہیں؟

پروفیسر خالد شبیر احمد

ملک کے موجودہ خراب معاشی حالات میں پاکستان کے عوام بجٹ سے توقعات لگائے بیٹھے تھے کہ شاید سال رواں کا بجٹ ان کے لیے کچھ ایسی مراعات کا پیغام لے آئے کہ ان کی معاشی بدحالی میں کچھ بہتری آجائے۔ لیکن بجٹ نے عوام کو مراعات دینے کی بجائے انہیں مزید معاشی بدحالی کا ایسا پیغام دیا ہے کہ لوگ بلبلا اٹھے ہیں اور انہیں سمجھ نہیں آتی کہ ایسے حالات میں وہ کس طرح اس پریشان کُن زندگی کا مقابلہ کرسکیں گے کہ جس زندگی میں انسان کو پانی جیسی بنیادی ضرورت سے محروم کردیا گیا ہو۔

بجلی کی قلت ایک ایسا المیہ بن کے قوم کی نفسیات پر سوار ہوگئی ہے کہ جسے ہم لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ بجٹ میں بجلی کو مزید مہنگا کردیا گیا۔ بجلی آتی نہیں لیکن بجلی کے بل پہلے سے زیادہ آجاتے ہیں۔ جب بجلی نہیں تو پھر بل کس بات کا اور وہ بھی پہلے سے دوگنا اور تین گنا زیادہ۔ اس کے علاوہ پٹرول کی قیمت میں اضافہ جبکہ لوگ آس لگائے بیٹھے تھے کہ پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتوں میں کمی سے شاید انہیں کچھ معاشی آسانی میسر آجائے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ سپریم کورٹ نے جب یہ کہہ کر پٹرول کی قیمتوں میں کمی کی کہ یہ صریحاً ناانصافی ہے جو عوام کے ساتھ کی جاری ہے تو فوراً صدارتی آرڈیننس جاری ہوگیا کہ نہیں پٹرول کی وہی پرانی قیمتیں بحال رہیں گی جو پہلے تھیں، جواز یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے حکومت ان اربوں روپوں سے محروم ہوجائے گی جو وہ ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کرنا چاہتی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی معاشی بدتری کو ذرہ بہتر حالت میں تبدیل کرنے کے لیے انہیں مراعات دے تو پھر اربوں اور کھربوں روپے بیرونی دوروں پر خرچ کئے جارہے ہیں اور وہ بھی بقول ڈاکٹر شاہد مسعود قرض کی رقم سے۔ انھوں نے جیو چینل پر اپنے پروگرام میں انتہائی تعجب کے ساتھ حکومت کی شاہ خرچیوں کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح حکومت ملک کی خراب معاشی حالت کے باوجود روپے کو بے دردی کے ساتھ خرچ کررہی ہے۔ صدر ریاست کے ایک دورے پر ستر کروڑ روپیہ خرچ کیا جارہا ہے اور حد تو یہ ہے کہ ان حالات میں حکومت پاکستان نے افغانستان کی حکومت کو دو ارب روپیہ بطور امداد عطا فرمایا ہے جس افغانستان کی حکومت کے بارے میں یہ بات ہر پاکستانی کی زبان پر ہے کہ تخریب کاروں کو روپیہ اور اسلحہ افغانستان کے ذریعے مل رہا ہے۔ خود زرداری صاحب ان فضول خرچیوں کا مرکز ومحور بن چکے ہیں۔ صدر ریاست ایوان صدر میں نہیں رہتے لیکن موجودہ بجٹ میں ایوان صدر کے اخراجات میں لاکھوں روپے کا

اضافہ کردیا گیا ہے۔ کرکٹ کی ٹیم جیت کے کیا آ گئی ہے کہ اسے کروڑوں روپے بطورانعام دیئے گئے۔ پھرلطف کی بات یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں کسی قسم کی مشاورت سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ سابق پرویزمشرف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے موجودہ حکومت بھی فردواحد کو بلاشرکتِ غیر مختارکُل بنا کرقوم کے ساتھ مذاق کرتی نظر آتی ہے۔

وزارتیں لوگوں میں اس طرح بانٹی گئی ہیں جس طرح نکاح میں چھوہارے بانٹے جاتے ہیں۔ ہر وزیر پر کروڑوں روپے خرچ ہورہے ہیں اور ہروزیر صرف ایک ہی بات کررہا ہے کہ ''عوام کوکڑوی گولی نگلنی پڑے گی''۔ ''معاشی بحران کا تقاضا ہے۔'' ''زمینی حقائق سے ہم مجبور ہیں''۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا یہ کڑوی گولی صرف اورصرف عوام کے لیے ہی ہے وزراء کے لیے نہیں، وزیراعظم کے لیے اورصدرریاست کے لیے کوئی کڑوی گولی نہیں ہے۔ پانی بند ہے، کڑوی گولی کھانی پڑے گی۔ بجلی نہیں ہے، یہ کڑوی گولی کھانی پڑے گی۔ مہنگائی عروج پر ہے، یہ کڑوی گولی کھانی پڑے گی۔ یہ کڑوی گولیاں آخر کہاں پر تیار ہوتی ہیں اورمشروط کیوں ہیں؟ کہ صرف عوام کے لیے ہی ہیں۔ خواص کے لیے کوئی کڑوی گولی نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ حنا ربانی صاحبہ نے بھی یہی ارشادفرمایا ہے کہ کڑوی گولی عوام کوکھانی پڑے گی اوراس وقت جوانھوں نے لباس زیب تن کررکھا تھا وہ ہزاروں روپے کا تھا، حکومت کیوں نہیں یہ بات بتاتی، کہ مہاجرین کے لیے باہر سے آنے والے روپے کہاں ہیں؟ زلزلہ زدگان کے لیے جورقم باہر سے آئی اس کا حساب کتاب کہاں ہے؟ جوقرض کی رقم حکومت حاصل کرتی ہے وہ کہاں پرخرچ ہوتی ہے اورکس کی اجازت سے خرچ ہوتی ہے؟

ہمارے مقتدرلیڈرحضرات اپنے بینک بیلنس سے قوم کوکیوں آگاہ نہیں کرتے جومختلف روپ بدل بدل کہ ہم پر برسوں سے مسلط ہیں۔ کیا وہ پہلے اتنے ہی امیر تھے جتنے کہ اب بن چکے ہیں۔ عوام کی کمائی کس نے کس طرح کھائی ہے اس کا محاسبہ کیوں نہیں ہوتا۔ کیا ملک صرف امراء اوررؤساء کے لیے بنا تھا کیا عوام اسی طرح سے بے حالی کی زندگی گزارتے چلے جائیں گے۔ یہ سوال عوام کی طرف سے حکومت سے پوچھا جاتا ہے لیکن اس کا جواب بھی کڑوی گولی ہے۔ قتل وغارت ہورہی ہے' کیوں ہورہی ہے؟ جواب ہے یہ کڑوی گولی کھانی پڑے گی۔ زنا کے واقعات میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ بقول لقمان مبشرایک بین الاقوامی تجزیے کے مطابق ہر دو گھنٹے کے بعد پاکستان کے اندرایک زنا بالجبر کا کیس ہوتا ہے اور ہر آٹھ گھنٹے کے بعد پاکستان کے اندر گینگ ریپ کا کیس ہوجاتا ہے۔ بچے اغوا ہورہے ہیں۔ کراچی میں معصوم بچی کے ساتھ زنا کیا گیا جس کی عمرصرف ساڑھے تین سال بتائی جارہی ہے۔ لاش کوگٹر میں ڈال دیا گیا۔ سانگلہ ہل سے شازیہ نامی لڑکی کواٹھا کرایک مخصوص تہ خانے میں امیروں کی جنسی بے رہ روی کے لیے پیش کیا گیا۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ اس کے لیے بھی کوئی کڑوی گولی آپ کے پاس ہے کہ نہیں؟ یا پھر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حدود آرڈیننس جوخدا کا حکم قرآن پاک میں آج بھی موجود ہے اسے ختم کرنے کا یہ وبال ہے۔ یا پھر آزادیٔ نسواں آرڈیننس کا یہ ثمر ہے جوآپ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں اوراگر یہ کہا جائے کہ آزادی نسواں بل اپنی غرض کے لیے پاس کیا گیا تھا کہ زنا عام ہو، عورت کے تقدس کو پامال کیا جائے اورعیش عشرت میں اس قدر آگے بڑھا جائے کہ لوگ اسے عادتاً اختیار کرلیں۔ تاکہ معاشرے پر دین کی

گرفت مزید ڈھیلی ہو اور عریانی اور فحاشی اپنے عروج پر چلی جائے اور عیاش لوگوں کو روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ رہے۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ ایم کیو ایم والے بھی اسی حکومت کا حصہ ہیں جن کا مؤقف یہ ہے کہ وہ عوام اور غرباء کی حکومت کے خواہاں ہیں اور جاگیرداروں اور وڈیروں کے تسلط سے قوم کو نجات دلانا چاہتے ہیں۔ آٹھ سال حکومت کا پہلے بھی حصہ رہے ہیں لیکن سندھ کے ہاریوں کی اجیرن زندگی میں مزید ابتری تو آئی ہے بہتری نہ آسکی۔ اس کے علاوہ ہمارے مولانا فضل الرحمٰن بھی اسی حکومت کا حصہ ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم حکومت کے اندر رہ کر اسے سنگسار کر رہے ہیں۔ ہمیں تو یہ حکومت نہ اندر سے سنگسار ہوتی نظر آتی ہے اور نہ ہی باہر سے۔ ہاں البتہ قوم اور غریب عوام ضرور اندر اور باہر سے سنگسار ہوتے نظر آرہے ہیں۔ مولانا کی طرف سے ایسی کوئی تجویز یا کوئی تردیدی بیان ہمیں نظر نہیں آیا جس میں اس ابتری پر حکومت کی سرد مہری یا پھر عوام کی معاشی بدحالی پر تنقید کی گئی ہو۔ انہیں صرف اس بات پر ناز ہے کہ وہ بڑے منجھے ہوئے سیاست دان ہیں اور اس مروجہ بے دین سیاست میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے اور یہ واقعہ ہے کہ ہمارے چار اہم قلم کار اپنے پروگرام ''کالم کار'' میں انہیں قابو کرنے کے لیے انتہائی کوشش کرتے رہے لیکن مولانا ان کے قابو میں نہیں آئے ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے ہو غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

موجودہ سیاست کا طرۂ امتیاز صرف اور صرف یہ ہے کہ ہر سیاست دان کی زبان تلوار کی طرح چلتی ہے۔ ہر بات کا جواب گھڑ لیا جاتا ہے۔ میں اس وقت حیران سا ہو جاتا ہوں جب پیپلز پارٹی کے وزراء ٹی وی مذاکروں میں اپنے کمزور مؤقف کا بڑی دلیری بلکہ اگر بے شرمی کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے سے دفاع کرتے ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اب بے دین سیاست دان اور دین کے نام پر سیاست کرنے والوں کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ حرص و ہوس دونوں کے ہاں بڑی شدت کے ساتھ موجود ہے۔ بے دین سیاست دانوں سے کیا گلہ کہ ان کے کسی قول و فعل میں دین سے موافقت نظر نہیں آتی گلہ تو دین کے نام پر سیاست کرنے والوں سے ہے وہ بھی سبھی کانِ نمک میں کیا گرے کہ نمک ہو کے رہ گئے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
2 اگست 2009ء
اتوار بعد نماز مغرب
دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے
تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465